OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com

خلافت راشدہ: دین وسیاست کا مثالی امتزاج

The Rashidun Caliphate: An ideal Blend of Religion and Politics

Alina Shakeel
Lecturer of Islamic studies SBK Womens University Quetta & Phd Scholor AIU Quetta.
Email: Binteshakeel2017@gmail.com

Abida Fazal
Ph.D Research Scholor, Alhamd Islamic University (AIU) Quetta.
Email: Abdafazal30@gmail.com

Fozia Yasin
Lecturer of Islamic Studies SBK Womens University Quetta & Phd Scholor AIU Quetta.
Email: Fozia.yasin@hotmail.com

Received on: 13-07-2024 Accepted on: 14-08-2024

Abstract

The term "Khalifa" means "successor," and "Khilafat" refers to a governmental state. In Islamic terminology, "Khalifa" is understood to mean a ruler or monarch, but specifically refers to a leader who inherits the governance and leadership established by Prophet Muhammad ﷺ. This leader is considered a successor in the administration of state affairs, tasked with implementing a divine government (Hukumat-e-Ilahiya)In Islamic history, the era of the Khilafat-e-Rashida (Rightly Guided Caliphate) is a clear example of such a divine government. The Khilafat-e-Rashida represents a golden chapter in Islamic history. The caliphs of this era were individuals who had been given the glad tidings of eternal happiness by Allah in this world. They were promised Allah's pleasure and the good news of Paradise.All the Khulafa-e-Rashideen (Rightly Guided Caliphs) were honorable and esteemed companions of the Prophet ﷺ. They dedicated their lives to serving the Prophet ﷺ. Along with learning the Quran directly from him, they received practical training under his guidance. These caliphs were pious, virtuous, and devoted lovers of the Prophet ﷺ. Furthermore, they had been assured of their place in Paradise through the blessed words of the Prophet ﷺ.

Keywords: Religion and Politics, Rashidun caliphate, history of Islam.

خلیفہ کے معنی جانشین اور خلافت کے معنی جانشینی کے ہیں لیکن اصطلاح شرع میں خلیفہ کے معنی بادشاہ یا شہنشاہ کے قریب قریب مراد لئے جاتے ہیں اور مسلمانوں میں خلیفہ صرف اس بادشاہ یا حکمران کو کہا جاتا ہے جو حضور ﷺ کی قائم کردہ حکومت و سلطنت کا وارث اور امور سلطنت میں آپ کا جانشین ہو اور حکومت الٰہیہ کا قیام عمل میں لائے۔ تاریخ اسلامی میں عہد خلافت راشدہ حکومت الٰہیہ کی واضح مثال

ہے، خلافت راشدہ اسلامی تاریخ کا ایک زریں باب ہے۔ یہ وہ افراد تھے جنہیں دنیا میں ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دائمی خوشی کا پروانہ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کی خوشخبری مل چکی تھی۔ یہ تمام خلفاء رسول اللہ ﷺ کے معزز و معتبر صحابہ تھے اور انہوں نے اپنی زندگیاں آپ ﷺ کی خدمت میں بسر کی تھیں۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے قرآنی تعلیم حاصل کرنے کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ سے عملی تربیت حاصل کی تھی۔ تمام خلفائے راشدین متقی، باکردار، اور عشاق رسول ﷺ تھے اور یہ افراد جنتی ہونے کی بشارت حضور ﷺ کی زبان مبارک سے سن چکے تھے اور اللہ تعالیٰ نے (سورۃ التوبۃ آیت سو) میں نے اعلان عام فرمادیا تھا: رضی اللہ عنھم ورضوعنہ۔

دین وسیاست کا مثالی امتزاج

نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ہیں اور اب امور تبلیغیہ اور احکام دینیہ کے نفاذ کا کام صحابہ کرام اور پھر دیگر افراد امت کو کرنا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ کو خلیفہ منتخب کیا گیا اور آپ نے اسامہ بن زید کی سرکردگی میں اس لشکر کو روانہ کیا جو نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ کے آخری ایام میں روانہ کیا تھا کارہائے نبوت کے اسی تسلسل کا نام ''خلافت راشدہ'' ہے جس کا آغاز صدیق اکبر کے عہد خلافت سے ہوا اور یہ دور حضرت علیؓ کی شہادت بلکہ حضرت حسنؓ کی دست برداری پر ختم ہوا۔ مورخین اس دور کو سیدھے راستے پر چلنے والی خلافت (خلافت راشدہ) کا نام دیتے ہیں۔

وعداللہ الذین امنوا منکم وعملو الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا طیعبدوننی لایشرکون بی شیئا ط ومن کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفسقون ۱؎

''تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح اس نے ان سے پہلے لوگوں کو بنایا تھا اور اس نے جو دین ان کے لئے پسند فرمایا ہے اس کو ان کے لئے (غلبے کا) مقام عطا فرمائے گا اور ان کے خوف کے بعد ان کو بدلے میں ضرور امن عطا فرمائے گا وہ میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور اس کے بعد جو کفر اختیار کرے گا تو وہی لوگ فاسق ہوں گے۔

ابن العربی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''علمائے دین نے کہا ہے کہ یہ آیت چاروں خلفاء کی خلافت کے حق ہونے کی دلیل ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو خلیفہ بنایا تھا اور ان کی امانت ودیانت کو پسند فرمایا تھا، یہ حضرات خدا کے پسندیدہ دین پر قائم رہے تھے اور شوکت اسلام کا دفاع کرتے رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ انہی کے دور میں پورا ہوا تھا''۔ ۲؎

آیت قرآنیہ کے سیاق وسباق سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ وعدہ بنیادی طور پر قرآن کریم کے مخاطبین اولین صحابہ کرام سے تھا کیونکہ وہ اس وقت بڑی تنگدستی کی زندگی بسر کر رہے تھے، معاشرتی امن وسکون ان سے کوسوں دور تھا، جنگ کے بادل ہر وقت ان کے سر پر منڈلاتے رہتے تھے، منافقین کی سازشیں ہمہ وقت انہیں گھیرے رہتیں اور لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں آکر آپ ﷺ سے بار بار ان تکالیف کی

شکایت بھی کرتے رہتے تھے۔

عدیؓ بن حاتم کہتے ہیں کہ ایک دن میں حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ دو آدمی آئے ایک نے تنگی معیشت کی شکایت کی، دوسرے نے ڈاکے اور راہزنی کی۔ آپ ﷺ نے انہیں (تسلی دیتے ہوئے) فرمایا: عنقریب ایسا امن قائم ہوگا کہ یہاں سے جانے والا قافلہ بغیر کسی محافظ کے جائے گا اور اے عدی بن حاتم: کیا تم نے حیرہ دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں، البتہ اس کے متعلق خبر سنی ہے۔ فرمایا اگر تمہاری عمر زیادہ ہوئی تو تم دیکھوگے کہ ایک عورت حیرہ سے چل کر کعبہ کا طواف کرے گی لیکن اسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا۔ میں نے دل میں سوچا کہ قبیلہ بنو طے کے لٹیرے کہاں جائیں گے؟ جنہوں نے ہر طرف تباہی مچا رکھی ہے۔ آپ ﷺ نے بات جاری رکھتے ہوئے فرمایا اور قیامت آنے سے پہلے ایسا وقت آئے گا کہ ایک شخص اپنا صدقہ لے کر چکر لگائے گا کہ اسے لینے والا کوئی مل جائے لیکن اسے کوئی صدقہ لینے والا نہیں ملے گا اور تم لوگ کسریٰ کے خزانے فتح کروگے۔ میں نے (حیرت سے) کہا کسریٰ بن ہرمز؟ آپ ﷺ نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے فرمایا اور اے عدی! اگر تمہاری عمر لمبی ہوئی تو ضرور تم ایسے شخص کو دیکھوگے جو مٹھی بھر سونا چاندی لے کر ایسے آدمی کی تلاش میں نکلے گا، جو اسے قبول کرلے لیکن اسے ایسا کوئی آدمی نہ ملے گا۔ سیدنا عدی کہتے ہیں کہ پھر میں نے حیرہ سے چل کر خانہ کعبہ کا طواف کرنے والی اس عورت کو واقعی دیکھا، جو اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتی تھی اور میں خود ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کئے"۔[۳]

حضور ﷺ کی تیسری پیشگوئی حضرت عمر عبدالعزیز کے عہد خلافت (۹۹ تا ۱۰۱ھ) میں پوری ہوئی، جبکہ افریقہ کے والی نے غرباء میں زکوۃ کی رقم تقسیم کرنا چاہی تو پورے علاقے میں ڈھونڈنے سے کوئی غریب آدمی نہ ملا آخر کار والی افریقہ نے کچھ غلام خرید کر آزاد کر دیئے۔[۴]

سورۃ النور کی یہ آیت مبارکہ خلفائے راشدین کی خلافت کے حق و صحیح اور مقبول عنداللہ ہونے کی بھی دلیل ہے کیونکہ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالی نے حضور ﷺ سے تین چیزوں کا وعدہ فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کی امت کو زمین کے خلفاء اور حکمران بنایا جائے گا اور اللہ کے پسندیدہ دین اسلام کو غالب کیا جائے گا اور مسلمانوں کو اتنی قوت وشوکت دی جائے گی کہ ان کو دشمنوں کا کوئی خوف نہ رہے گا۔ اس آیت کی تفسیر میں مفتی محمد شفیع صاحب رقمطراز ہیں کہ:

"اللہ تعالی نے اپنا یہ وعدہ اس طرح پورا فرمادیا کہ خود حضور ﷺ کے عہد مبارک میں مکہ، خیبر، بحرین اور پورا جزیرۃ العرب اور پورا ملک یمن حضور ﷺ ہی کے ذریعے فتح ہوا اور ہجر کے مجوسیوں سے اور ملک شام کے بعض اطراف سے آپ ﷺ نے جزیہ وصول فرمایا اور شام، روم، ہرقل اور شاہ مصر واسکندریہ مقوقس اور شاہان عمان اور شاہ حبشہ نجاشی وغیرہ نے حضور ﷺ کو ہدایا بھیجے اور آپ ﷺ کی تعظیم و تکریم کی۔ پھر آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو وفات کے بعد جو کچھ فتنے پیدا ہوگئے تھے ان کو ختم کیا اور بلاد فارس اور بلاد شام و مصر کی طرف اسلامی لشکر بھیجے اور بصریٰ و دمشق آپ ہی کے زمانے میں فتح ہوئے اور دوسرے ملکوں کے بھی بعض حصے فتح ہوئے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی وفات کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اپنے بعد حضرت عمر بن خطاب کو خلیفہ بنانے کا الہام فرمایا۔ عمر بن خطابؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے نظام خلافت ایسا سنبھالا کہ آسمان نے انبیاءؑ کے بعد ایسا نظام حکومت کہیں نہ دیکھا تھا ان کے زمانے میں پورا ملک شام، مصر اور فارس کا کچھ حصہ فتح ہوا۔ اس کے بعد خلافت عثمانی میں اسلامی فتوحات کا دائرہ مشارق و مغارب تک وسیع ہو گیا۔ بلاد مغرب، اندلس اور قبرص تک مشرق اقصیٰ میں بلاد چین تک اور عراق، خراسان، اہواز سب آپ کے زمانے میں فتح ہوئے اور صحیح حدیث میں جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے پوری زمین کے مشارق و مغارب سمیٹ کر دیکھائے گئے ہیں اور میری امت کی حکومت ان تمام علاقوں تک پہنچے گی جو مجھے دکھائے گئے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ خلافت عثمانیہ کے دور ہی میں پورا فرمادیا"۔ ۵

حاصل کلام یہ کہ اللہ اور اس کے رسول کے وعدہ کے مطابق اتنے قلیل عرصے میں صدہا سال کی پائیدار سلطنتیں مٹ گئیں مجوس و مشرکین نے اسلام کے مقابلے کی سر توڑ کوشش کی لیکن ان کی کوشش سے ان کو کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ اس کے برعکس اسلام کو عروج ہوتا رہا اور اسلام کی سرحدیں وسیع سے وسیع تر ہوتی رہیں۔ اگرچہ حضرت علیؓ کے زمانے خلافت میں کوئی ملک فتح نہیں ہوا مگر اسلام کی ترقی میں شک نہیں اس لئے کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کا اختلاف برادرانہ اختلاف تھا، کفر کے مقابلہ میں دونوں حضرات ایک تھے لیکن یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ خلفائے راشدین کے زمانے میں اسلام کو جو ترقی نصیب ہوئی ان کی نظیر ملنا ناممکن ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

الذین ان مکنھم فی الارض اقامو الصلوۃواتوالزکوۃوامروابالمعروف و نھوا عن المنکرط وللہ عاقبۃالامورا۔ ۶

وہ لوگ اگر ہم ان کو قدرت دیں ملک میں تو وہ قائم رکھیں نماز اور دیں زکوۃ اور حکم کریں بھلی بات کا اور منع کریں برائی سے اور اللہ کے اختیار میں ہے آخر ہر کام کا"۔

یہ آیت ہجرت مدینہ کے فوراً بعد اس وقت نازل ہوئی جبکہ مسلمانوں کو کسی بھی زمین میں حکومت و اقتدار حاصل نہیں تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں پہلے ہی یہ خبر دیدی کہ جب انہیں اقتدار لائیں گے اسی لئے "حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا: ثناء قبل بلاء یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد عمل کے وجود میں آنے سے پہلے اس کے عمل کرنے والوں کی مدح و ثناء ہے"۔ ۷

علماء کے مطابق یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ خلفائے راشدین سب کے سب اسی بشارت کے مصداق ہیں اور جو نظام خلافت ان کے زمانے میں قائم ہوا وہ حق و صحیح اور عین اللہ تعالیٰ کے ارادے اور رضا و پیشگی خبر کے مطابق ہے محدثین آپ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ خلافت میرے بعد تیس سال ہے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے اکثر علماء کرام نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ خلافت راشدہ کا سلسلہ حضرات خلفائے اربعہ یا خمسہ پر ختم ہو گیا اور اس حدیث سے یہ مطلب بھی نکلتا ہے کہ متواتر و مسلسل خلافت راشدہ کا دور تیس سال تک رہے گا درمیان میں اگرچہ یہ تسلسل ٹوٹ جائے گا لیکن پھر خلفائے راشدین وقتاً فوقتاً ہوتے رہیں گے۔

عہد خلافت راشدہ

حضرت ابو بکر صدیقؓ ربیع الاول ۱۱ھ تا ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ ۶۳۲ء تا ۶۳۴ء دو برس تین ماہ۔

حضرت عمر فاروق ۲۳ جمادی الآخر ۱۳ھ تا یکم محرم ۲۴ھ دس برس چھ ماہ۔

حضرت عثمان غنیؓ محرم ۲۴ھ تا ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ گیارہ برس گیارہ مہینے۔

حضرت علی المرتضیٰؓ ذی الحجہ ۳۵ھ تا رمضان ۴۰ھ چار برس نو ماہ۔

حضرت حسنؓ رمضان ۴۰ھ تا ربیع الاول ۴۱ھ چھ ماہ۔

خلفائے راشدین کی شان مبارکہ بزبانی رحمت العالمین ﷺ

۱۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''اگر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو جانی اور گہرا دوست بنانے والا ہوتا تو ابو بکر کو بناتا لیکن وہ میرے دینی بھائی اور دوست ہیں''۔۸

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک کنویں سے ڈول نکال رہا ہوں جس پر لکڑی کا چرخ لگا ہوا ہے اتنے میں ابو بکر آئے انہوں نے کمزوری کے ساتھ ایک یا دو ڈول نکالے اللہ تعالیٰ انہیں بخشے پھر عمر آئے تو ڈول بڑا چرس ہو گیا میں نے عمر کی طرح شہ زور سردار نہیں دیکھا جوان کی طرح کام کر سکے اتنا پانی نکالا کہ جب لوگ سیراب ہو گئے اور اپنے اونٹوں کو (پانی پلا کر) ان کے ٹھکانے لے گئے''۔۹

۳۔ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں ''حضور ﷺ کوہ احد پر چڑھے آپ ﷺ کے ساتھ ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ تھے وہ ہلنے لگا آپ ﷺ نے فرمایا احد! ٹھہر جا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے اس پر اپنا پاؤں مارا اور فرمایا تجھ پر کون ہیں؟ ایک نبی، ایک صدیق، اور دو شہید''۔۱۰

۴۔ حضرت سعد بن وقاصؓ کہتے ہیں کہ ''حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے کہا کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تمہارا درجہ میرے نزدیک ایسا ہے جیسا ہارونؑ کا درجہ موسیٰؑ کے نزدیک تھا''۔۱۱

اسلام میں دین و سیاست دو چیزوں کے نام نہیں۔ مذہبی نصب العین کے ساتھ سیاسی حالات کو ہم آہنگ کرنے کی کامیاب ترین کوشش کا نام خلافت راشدہ ہے اور اسلامی اصطلاح میں خلافت ایک ایسا منصب ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے نائب اور جانشین کی حیثیت سے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پھر ان کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے پھر ان کے بعد حضرت عثمانؓ نے پھر ان کے بعد حضرت علیؓ اور پھر حضرت حسنؓ نے اور پھر اس کے بعد ایک کے بعد دوسرا شخص نظام سنبھالتا رہا، ہر بعد میں آنے والا پہلے کا خلیفہ تھا اور پوری مملکت اسلامیہ کے سربراہ کے لئے اسلامی اصطلاح میں خلیفہ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق نے ''خلیفۃ الرسول'' (رسول کا نائب) کا لقب اختیار کیا۔ ان کے بعد خلیفہ دوئم حضرت عمر فاروق کو ابتداء میں ''خلیفۃ خلیفۃ الرسول'' رسول ﷺ کے نائب کا نائب کہا گیا۔ لیکن پھر یہ خیال کیا گیا کہ اس طرح تو ہر بعد میں آنے والے کا سلسلہ دراز ہوتا جائے گا چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ نے بعد میں ''امیر المؤمنین'' (مومنوں کا امیر) کا لقب اختیار کر لیا اور پھر بعد کے خلفاء نے بھی یہی لقب اختیار کیا۔

خلافت کے معاملے میں اگرچہ اختلافی پہلوؤں کو بھی اجاگر کیا جاتا ہے لیکن اگر بصیرت کی نگاہ سے غور کی عینک لگا کر دیکھا جائے تو نہ تو اختلاف باقی رہتا ہے اور نہ کسی بحث وکلام کا موقع ملتا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اپنی حیاۃ مبارکہ میں آپ ﷺ نے اپنے خاص دست مبارکہ سے ایک جھنڈا درست کر کے حضرت اسامہ کو دیا اور انہیں جہاد کا حکم دے کر لشکر کا علمبر دار بنا کر مدینہ سے کوچ کرنے کا حکم دیا تھا اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام مہاجرین وانصار کو اس جہاد میں شریک ہونے کا آپ ﷺ نے حکم دیا۔ ان صحابہ کرام میں حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت ابو بکر، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت سعید بن ابی وقاصؓ، حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ، حضرت قتادہ بن نعمانؓ، اور حضرت سلمہ بن اسلمؓ شامل تھے لیکن روانگی کے وقت چونکہ آپ ﷺ کی علالت شروع ہو گئی تھی اس لئے حضرت اسامہؓ سے اجازت لے کر علیؓ اور عباسؓ روک لئے گئے تھے۔ اس ضمن میں اکبر شاہ نجیب آبادی رقم طراز ہیں کہ :

''حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خلیفہ بننے کے بعد حکم دیا کہ تمام وہ لوگ جو لشکر اسامہؓ میں شامل تھے روانگی کی تیاری کریں اور مدینہ کے باہر جمع ہو جائیں۔ حضرت اسامہ کے والد زید بن حارثؓ چونکہ آپ ﷺ کے غلام تھے اس لئے بعض لوگوں کے دلوں میں ان کی سرداری سے انقباض تھا اور حضرت اسامہ کی عمر اس وقت صرف سترہ سال تھی اس لئے بعض لوگوں کی خواہش تھی کہ کوئی معمر قریشی سردار مقرر فرمایا جائے۔ آپؓ نے انصار کا پیغام سن کر فرمایا کہ ان کے دلوں میں ابھی فخر وتکبر کا اثر باقی ہے یہ کہہ کر آپؓ خود اٹھے اور اس لشکر کو رخصت کرنے کے لئے پیدل مدینے سے باہر لشکر گاہ تک تشریف لائے اور حضرت اسامہ کو معہ لشکر رخصت فرمایا''۔ ۱۲

عہد خلافت راشدہ کی اہم خصوصیات

جمہوری وشورائی نظام حکومت

خلافت راشدہ میں نظر آتی ہے۔ خلفائے راشدین میں سے ہر ایک خلیفہ مسلمانوں کی صائب الرائے جماعت کے انتخاب سے مقرر ہوتا تھا اگر کسی خلیفہ کو اس کے پیشتر خلیفہ نے پہلے ہی نامزد اور تجویز کیا تو یہ نامزدگی اور یقین بھی صائب الرائے حضرات سے مشورہ لینے کے بعد عمل میں آتا تھا اور اس امر میں وراثت اور خاندانی حقوق کو بلکل دخل انداز ہونے نہیں دیا جاتا تھا۔ عہد خلافت راشدہ میں انتظام حکومت مشاورت سے چلایا جاتا تھا۔ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے صحابہ کرام سے مشورے کا التزام فرمایا جبکہ عہد فاروقیؓ میں باقاعدہ مجلس مشاورت قائم تھی۔ حضرت عثمان غنیؓ اپنے عمال کی مشاورت طلب فرمایا کرتے تھے اور حضرت علیؓ بھی اپنے افسروں سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ عہد خلافت راشدہ کے پورے دور کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ کوئی خلیفہ انتظام حکومت اور قانون سازی کے معاملے میں مسلمانوں کی اہل الرائے سے مشورہ کئے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرتا تھا۔

خلفاء راشدین اپنے آپ کو مسلمانوں کا باشاہ نہیں بلکہ ان کا خادم سمجھ کر ان کی خدمت کے لئے کوشاں رہتے عوام کو بنیادی حقوق حاصل تھے۔ مسلمانوں کو انتظام سلطنت کے معاملات میں اعتراض کرنے، جواب طلب کرنے، مشورہ دینے اور تنقید کرنے کا پورا حق حاصل تھا۔ مرکزی نظام میں اگرچہ خلیفہ اور شوریٰ لازم تھے اور خلیفہ کا انتخاب عام مسلمان کرتے جبکہ شوریٰ کا انتخاب خلیفہ کی صوابدید پر ہوتا۔ خلفاء

ہر سال خود حج کے لئے جاتے اور وہاں عالم اسلام کے ہر گوشے سے آئے ہوئے مسلمانوں کی ضرورتوں اور شکایتوں سے واقف ہو کر وہاں کے عاملوں کی قابلیت اور ناقابلیت سے واقف ہوتے۔ کوئی بھی عام شخص سر راہ خلیفہ کو روک کر اس سے کسی بھی معاملے میں بازپرس کر سکتا تھا خلفائے راشدین کی حیثیت ظاہری ان کا لباس، ان کا مکان، سواری، خوراک اور نشست و برخاست عام لوگوں کی مانند ہوتی تھی۔ اس ضمن میں ڈاکٹر عبدالعلی اچکزئی رقم طراز ہیں کہ:

"خلیفہ کو دوسرے لوگوں پر کوئی فوقیت حاصل نہ تھی، حقیقت یہ ہے کہ خلیفہ راشد کو جو کچھ امتیاز حاصل تھا وہ اس حیثیت سے حاصل تھا کہ وہ قانون شریعت کا ترجمان اور اس کا نفاذ کرنے والا ہے لہذا اگر کسی کو یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ اس کا قدم قانون شریعت کے دائرے سے باہر جا رہا ہے تو پھر اسکی نگاہوں میں اس کی کوئی حیثیت نہ تھی، اسی لئے خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خلافت کے بار کو سنبھالتے ہوئے ہی امتیازات خلافت کی حدود کو ظاہر کر دیا تھا اور کہا تھا جب میں صحیح راستہ پر چلوں تو میری مدد کرو اور اگر اس سے انحراف کروں تو مجھے سیدھا کر دو"۔ ۱۳

حاکمیت الٰہیہ

عہد خلافت راشدہ میں حاکمیت اعلیٰ اور اقتدار اعلیٰ کا اختیار صرف اور صرف اللہ رب العزت کے لئے تھا۔ کسی بھی پیش آمدہ مسئلے میں قرآن و سنت کی طرف رجوع کیا جاتا اور اگر وہاں سے واضح راہنمائی نہ ملتی تو اجتہاد سے کام لیا جاتا۔ خلافت محض ایک سیاسی حکومت نہ تھی بلکہ نبوت کی ایک مکمل نیابت تھی۔ خلفاء مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں معلم، مربی اور مرشد کے وہ تمام فرائض انجام دیتے تھے دارالاسلام میں دین حق کے پورے نظام کو اس کی اصلی شکل و روح کے ساتھ چلائیں اور دنیا میں مسلمانوں کی پوری اجتماعی طاقت اللہ کا کلمہ بلند کرنے کی خدمت پر لگا دیں اس بناء پر یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ یہ صرف خلافت راشدہ ہی نہ تھی بلکہ خلافت مرشدہ بھی تھی۔ خلافت علی منہاج النبوۃ کے الفاظ اس کی خصوصیات کو ظاہر کرتے ہیں اور اسلام میں اصل مطلوب اسی نوعیت کی ریاست ہے نہ کہ محض سیاسی حکومت۔

عہد خلافت راشدہ میں جابجا انصاف کے لئے عدالتیں قائم تھیں اور قاضی آزادانہ طور پر اپنے فیصلے کیا کرتے تھے بعض اوقات خلیفہ خود بھی مقدمے کی سماعت کرتے اور بعض اوقات عدالت خلیفہ کو عام مدعی کے طور پر طلب بھی کرتی تھی اور ایسے واقعات بھی ملتے ہیں کہ فیصلہ خلیفہ کے خلاف بھی آجاتا تھا جیسے حضرت علیؓ اپنی گم شدہ زرہ دوسرے شخص کے پاس دیکھ کر عدالت میں مقدمہ کرتے ہیں قاضی گواہ طلب کرتا ہے تو آپؓ اپنے بیٹے اور غلام کو پیش کرتے ہیں لیکن قاضی شریح نے باپ کے حق میں بیٹے کی اور آقا کے حق میں غلام کی گواہی قبول کرنے سے انکار کر دیا اور حضرت علیؓ نے یہ فیصلہ تسلیم کر لیا اس ضمن میں حضرت عمرؓ کا یہ فرمان ملتا ہے

"مقدمات میں اول تو قرآن مجید کے مطابق فیصلہ کرو اگر قرآن میں وہ صورت مذکور نہ ہو تو حدیث کی جانب رجوع کرو اگر اس میں بھی نہ ہو اجماع سے ورنہ اجتہاد سے کام لو"۔ ۱۴

حضرت عمرؓ کا قاضی شریح کو اس بارے میں مکتوب ہے

''اگر تمہارے پاس کوئی ایسا مسئلہ آئے جس کا جواب کتاب اللہ میں موجود ہے تو اس کے مطابق فیصلہ کرو اور ایسی صورت میں لوگوں کی ذاتی رائے تمہیں اس سے برگشتہ نہ کریں۔اور اگر تمہارے پاس کوئی ایسا مسئلہ آئے جو کتاب اللہ میں نہیں ہے تو رسول اللہ ﷺ کی سنت کو دیکھو اور اس کے مطابق فیصلہ کرو۔اور اگر تمہارے پاس کوئی ایسا مسئلہ آئے جس کا جواب نہ کتاب اللہ ہو اور نہ سنت رسول ﷺ میں ہو تو ایسی بات تلاش کرو جس پر پچھلے لوگ متفق ہو رہے ہیں اور اس پر عمل کرو اور اگر تمہارے پاس کوئی ایسا مسئلہ آئے جو کتاب اللہ میں نہیں ہے اور نہ رسول اللہ ﷺ کی سنت میں ہے اور اس کے بارے میں تم سے پہلے کسی نے کلام نہیں کیا تو دو باتوں میں سے جس کو چاہو اختیار کر لو۔اگر اپنی رائے سے اجتہاد کر کے اقدام کرنا چاہو تو کر لو اور اگر ایسے معاملے کے فیصلے میں پیچھے ہٹنا چاہو تو ہٹ جاؤ اور تمہارے لئے میں پیچھے ہٹنے کو ہی بہتر سمجھتا ہوں۔''۱۵

عہد خلافت راشدہ کا معاشی نظام

عہد خلافت راشدہ میں سرکاری آمدنی کے ذرائع میں جزیہ، خراج، عشر، زکوۃ اور مال غنیمت وغیرہ شامل تھے۔اور دولت کو منصفانہ طریقے سے تقسیم کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ حکومت دولت مندوں سے زکوۃ وصول کر کے محتاجوں کی امداد کرتی تھی۔ خراج کی آمدنی کے ضمن میں شاہ معین احمد ندوی حضرت علی کا یہ قول نقل کرتے ہیں یہ انہوں نے ایک مرتبہ یزید بن قیس کو لکھا تھا کیونکہ انہوں نے خراج بھیجے میں تاخیر کی تھی۔جو نبی ﷺ اپنی حیات مبارکہ میں انجام دیا کرتے تھے۔خلفاء کی یہ ذمہ داری تھی ''تم نے خراج کے بھیجنے میں تاخیر کی اس تاخیر کا سبب مجھے نہیں معلوم ہوا، لیکن میں تم کو خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور تمہیں اس سے ڈراتا ہوں کہ ایسا کام نہ کرو، جس سے تمہارا اجر برباد اور تمہارا اجہاد باطل ہو جائے۔خدا سے ڈرو اور اپنے نفس کو حرام مال سے پاک رکھو اور مجھ کو اس کا موقع نہ دو کہ تم سے مواخذہ کرنے پر مجبور ہو جاؤں، مسلمانوں کو معزز کرو لیکن اہل معاہدہ پر زیادتی نہ ہو، خدا نے تم کو جو کچھ دیا ہے اس کو حصول آخر کا ذریعہ بناؤ اور دنیا کا حصہ بھی فراموش نہ کرو۔۱۶

عہد فاروقی میں عرب کے مسلمانوں، مرد، عورتوں، بچوں اور غلاموں کے باقاعدہ وظیفے مقرر کئے گئے تھے۔زمینوں کا خراج اور جزیہ یہ دونوں ٹیکس غیر مسلموں سے لئے جاتے تھے اور اس صورت میں ذمیوں کے جان ومال کا تحفظ حکومت کے ذمے ہوتا انہیں مکمل مذہبی آزادی فراہم کی جاتی اور کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کا حق تلف نہیں کر سکتا تھا اور اگر کسی غیر مسلم کو مسلمان کے خلاف کوئی شکایت ہوتی تو وہ عدالت سے رجوع کرتا اور اسلامی قوانین کے مطابق فیصلہ کیا جاتا۔عدالت میں مسلم اور غیر مسلم دونوں برابر ہوتے۔اس ضمن میں شاہ معین الدین ندوی رقم طراز ہیں کہ:

''حضرت ابو بکر صدیق نے ذمیوں کو از روئے معاہدہ یہ حقوق دیئے ان کی خانقاہیں اور گرجے منہدم نہ کئے جائیں اور نہ ان کا کوئی ایسا قصر گرایا جائے جس میں وہ ضرورت کے وقت دشمنوں سے مقابلے میں قلعہ بند ہوتے ہیں، ناقوس بجانے کی ممانعت نہ ہو گی اور نہ تہوار کے موقع پر صلیب لگانے سے روکے جائیں گے''۔ے

عہد خلافت راشدہ خوشحالی کا دور تھا اگرچہ کوئی شخص بھی قانون سے بالا تر نہ تھا لیکن امن وسکون اس قدر تھا کہ اگر کوئی عورت حجاز تک لق دق صحرا میں ہاتھوں پر سونا اچھالتی ہوئی گزر جاتی تو اسے کسی قسم کے نقصان کا کوئی اندیشہ نہ ہوتا۔

استحکام اسلام

عہد خلافت راشدہ میں تبلیغ دین، اخلاق و تعلیم کے فروغ پر بھی زور دیا گیا۔ انتظام خلافت کی مصروفیات کے باوجود خلفائے راشدین اشاعت و تبلیغ دین کے فریضے سے کبھی غافل نہیں ہوئے اور سرکاری سرپرستی میں تعلیم کو فروغ دیا گیا۔ اسلامی خلافت کی حدود میں قرآن مجید کے مکاتب قائم فرمائے اس میں پڑھنا اور لکھنا دونوں سکھائے جاتے تھے اور ان مکاتیب میں تنخواہ دار معلم بھی تھے۔ بہت سے صحابہ کرام نے بغیر کسی تنخواہ اور وظیفے کے صرف اور صرف رضائے الٰہی کے لئے خود کو وقف کر دیا۔ بعض صحابہ کرام نے احادیث مبارکہ کے مجموعے مرتب کئے جیسے صحیفہ ہمام بن منبہ، صحیفہ عمرو بن عاص وغیرہ۔ حکومت کی طرف سے مفتیوں کا بھی تقرر کیا گیا کہ جن سے عوام مسائل کی دریافت کی صورت میں رجوع کرتے۔

خلفاء خود دینی معاملات میں اختلاف یا شبہ کی صورت میں دوسرے صحابہ کرام کو بلا کر ان سے دریافت فرماتے اور جو بات حضور ﷺ سے ثابت ہو جاتی اسی کے موافق احکام جاری کرتے اور اگر کسی دینی معاملے میں غلطی ہو جاتی اور ان کو اس بات کا احساس و علم ہو جاتا تو فوراً اس کی اصلاح کر لیتے تھے۔ خلفاء دار الخلافہ میں خود ہی نمازوں کی اما اور جمعہ کا خطبہ بھی بیان فرماتے۔ اس دور خلافت میں نہ تو مذہبی فرقے اور جماعتیں تھیں اور نہ آپس کے اختلافات تھے۔

امور مملکت امانت و دیانت سے چلایا جاتا تھا اور عوام کو بھی اس کی ترغیب دی جاتی تھی۔ بددیانتی پر پکڑ کی جاتی، عمال و گورنروں کا احتساب کیا جاتا۔ خلفاء راشدین کے زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ آج بھی عمرؓ کے اس قول کی بازگشت سنائی دیتی ہے "اگر دجلہ کے کنارے ایک کتا بھی بھوکا مر گیا تو عمر سے حساب لیا جائے گا"۔

خلفائے راشدین کے استحکام اسلام کی جدوجہد آج تاریخ کے ہر گوشے گوشے سے عیاں ہے انہوں نے تمام معاشی و تمدنی برائیوں کا قلع قمع کیا۔ چنانچہ چوری، ڈاکہ زنی، فریب دہی، زنا، شراب نوشی، سود وغیرہ جیسی برائیوں کا مکمل خاتمہ کر دیا۔ لشکر تشکیل دیئے گئے اسلامی فوج کو متعین کیا گیا، اسلامی فوج کی تربیت، ان کی چھٹیوں، ان کے وظائف وغیرہ کا باقاعدہ اہتمام کیا گیا۔ عوام کی فلاح و بہبود کیلئے سڑکیں، نہریں، پل، کنویں وغیرہ کھدوائے گئے۔ اکبر شاہ نجیب آبادی عہد خلافت راشدہ کے ضمن میں رقم طراز ہیں کہ:

"ایک روز کعب احبارؓ سے حضرت فاروق اعظمؓ نے پوچھا کہ تم نے کہیں میرا ذکر بھی صحائف بنی اسرائیل میں دیکھا ہے انہوں نے کہا کہ ہاں آپ کی نسبت لکھا ہے آپ امیر شدید ہوں گے اور راہ الٰہی میں کسی ملامت کرنے والے سے نہ ڈریں گے۔ آپ کے بعد جو خلیفہ ہوگا اس کو ظالم لوگ قتل کر ڈالیں گے اور ان کے بعد بلا اور فتنہ پھیل جائے گا۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ ہم اکثر یہ ذکر کیا کرتے تھے کہ حضرت عمر کے عہد خلافت میں شیاطین قید رہے اور آپ کے انتقال کے بعد آزاد ہو گئے۔" ۱۸

خلافت و باشاہت میں امتیاز

عہد خلافت راشدہ میں ایک خلیفہ کا طرز عمل اس کو بادشاہت سے ممتاز کرتا تھا۔ اس کا کوئی بھی عمل اس کی اپنی ذات سے ماوراء نظر آتا ہے۔اس کی مثال ہمیں شہادت عثمان کے وقت نظر آتی ہے۔ مفسدین نے مدینہ منورہ میں گھس کر نہ صرف مدینہ کے تقدس کو پامال کیا بلکہ حضرت عثمانؓ کو نہایت بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔اس انتہائی نازک موقع پر حضرت عثمانؓ کا طرز عمل ایک خلیفہ اور بادشاہ کے فرق کو نمایاں کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ان کی جگہ کوئی بادشاہ ہوتا تو اپنے اقتدار کو بچانے کے لئے کوئی بازی کھیل جانے میں بھی اسے باک نہ ہوتا اس کی طرف سے مدینہ کی اینٹ اینٹ بج جاتی، انصار و مہاجرین کا قتل عام ہو جاتا، ازواج مطہرات کی توہین ہوتی اور مسجد نبوی بھی مسمار ہو جاتی تو وہ کوئی پرواہ نہ کرتا مگر انہوں نے سخت سے سخت لمحوں میں بھی اس بات کو ملحوظ رکھا کہ ایک خدا ترس فرمانروا اپنے اقتدار کی حفاظت کے لئے کہاں تک جا سکتا ہے اور کس حد تک پہنچ کر اسے رک جانا چاہئے اور انہوں نے بالا آخر اپنی جان کو قربان کر دینا بہت ہلکا سمجھا بہ نسبت اس کے خون بہایا جائے۔

دوسری بڑی مثال حضرت حسن کے طرز عمل میں نظر آتی ہے جب وہ حضرت امیر معاویہ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو جاتے ہیں ان کا کہنا تھا کہ وہ اس شرط کو بھی پسند نہیں کرتے کہ وہ حضرت امیر معاویہؓ کے بعد خلیفہ بنے اگر انہیں خلافت کی خواہش ہوتی تو وہ اسے چھوڑنے پر کیوں آمادہ ہوتے لہذا وہ صلح نامہ لکھ کر حضرت معاویہ کے حق میں خلافت سے دست برداری کا فیصلہ کر دیتے ہیں اس ضمن میں اکبر شاہ نجیب آبادی حضرت امام حسنؓ کے خطبے کے الفاظ نقل کرتے ہیں:

''مسلمانوں! میں فتنے کو بہت مکروہ رکھتا ہوں۔اپنے جد امجد کی امت میں سے فساد اور فتنے کو دور کرنے اور مسلمانوں کی جان و مال کو محفوظ رکھنے کے لئے میں نے حضرت امیر معاویہؓ سے صلح کی اور ان کو امیر اور خلیفہ تسلیم کیا اگر امارت اور خلافت ان کا حق تھا تو ان کو پہنچ گیا اور اگر یہ میرا حق تھا تو میں نے ان کو بخش دیا۔''۱۹

یہ سال عام الجماعت کے نام سے موسوم ہوا اور حضرت امام حسن کا یہ قدم ایک بادشاہ اور خلیفہ کے فرق عیاں کرتے ہوئے یہ ظاہر کرتا ہے کہ خلافت کا مقصد اقتدار کی طاقت نہیں بلکہ منہاج النبوت کے اصولوں کی پاسداری ہے اور فاطمۃ الزہرا کے لاڈلے نے مسلمانوں کے دو ٹکڑوں کو آپس میں ملا کر ایک عظیم الشان کام کیا۔

اسلامی فتوحات

اکبر شاہ نجیب آبادی لکھتے ہیں

''حضور ﷺ کی وفات کے بعد سنہ ۳۰ھ تک یعنی بیس سال برابر صحابہ کرامؓ کو دنیا میں فتوحات حاصل ہوتی رہیں اور ہر سال بلکہ ہر مہینے کوئی نہ کوئی ملک یا صوبہ مفتوح ہو کر اسلامی سلطنت میں شامل ہوتا رہا۔اس بست سالہ فتوحات نے بر اعظم ایشیاء و افریقہ کے قریباً تمام متمدن ممالک کو اسلامی حکومت کے دائرے میں داخل کر دیا تھا اور اسلامی قیادت تمام دنیا میں مسلم ہو چکی تھی۔۲۰

ایک غلط فہمی کاازالہ بھی ضروری ہے کہ بعض لوگ اسلامی فتوحات کو دیکھ کر یہ کہنے لگتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ اگرچہ اسلام کااصول یہ ہے کہ لااکراہ فی الدین [۲۱] "دین کے معاملے میں زبردستی نہیں ہے"۔

تاریخ اسلامی میں اسلامی فتوحات کا کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے کہ کسی علاقے کی فتح کے بعد بزور شمشیر انہیں اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا گیا ہو۔ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ مفتوحہ علاقوں کے عوام نے اسلامی تعلیمات کی خوبصورتی اور مسلم فاتحین کے اخلاق و کردار سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا اور فتح کے بعد ہر علاقے میں اسلام کی دعوت ضرور دی جاتی لیکن اگر وہاں کے لوگ اسلام قبول نہ کرتے تو پھر انہیں جزیہ دینے کا کہا گیا اور جزیہ ادا کرنے کی صورت میں اسلامی حکومت انہیں جان و مال کا تحفظ فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ مذہبی آزادی کی بھی ضمانت دیتی۔

عہد فاروقی میں جب بیت المقدس کی فتح ہوئی تو حضرت عمر فاروق کی موجودگی میں بیت المقدس میں صلح نامہ لکھا گیا۔

"هذا ما اعطى عبدالله عمر امير المومنين اهل ايليا من الامان اعطاهم امانا لا انفسهم و اموالهم و كنائسهم و صلبانهم و سقيمها و بريها بر سلتها انه لا يسكن كنائسهم و لا ينتقض منها و لا من خيرها و لا من صلبهم و لا من شيء من اموالهم و لا يكرهون على دينهم و لا يضار احد منهم و لا يسكن با يليا معهم احد من اليهود و على اهل ايليان يعطو ا الجزية كما يعطى اهل المدينة و عليهم ان اخرجوا منها الروم و اللصوث من خرج منهم فهو امن على نفسه و ماله حتى يبلغوا امنهم و من اقام منهم فهو امن و عليه مثل اهل ايلياء من الجزية و من احب من اهل ايلياء ان يسر بنفسه يبلغوا امنهم و على ما فى هذا الكتاب عهدالله و ذمة رسوله و ذمة الخلفاء و ذمة المومنين اذا اعطو الذى عليهم من الجزية شهد على ذالک خالد بن الوليد و عمر بن العاص و عبد الرحمن بن عوف و معاوية بن ابى سفيان و كتب [۲۲]

"یہ وہ رعایتیں ہیں جو اللہ کے بندے امیر المومنین عمر نے ایلیا والوں کو دیں۔ ان کی جان، مال، گرجے، صلیب، بیمار، تندرست اور ان سب کے مذہب والوں کو امان دی جاتی ہے۔ کسی کو ان کے گرجاؤں میں اقامت اختیار کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور نہ وہ گرائے جائیں گے۔ نہ ان کو اور نہ ان کے احاطے کو کچھ نقصان پہنچایا جائے گا۔ نہ ان کی صلیبوں اور نہ ان کے موقوفات میں کچھ کمی کی جائے گی۔ مذہب کے بارے میں ان پر کچھ زبردستی نہ کی جائے گی اور نہ ان میں سے کسی کو ضرر پہنچایا جائے گا۔ اور ایلیاء میں ان کے ساتھ یہودی نہ رہنے پائیں گے۔ اور اہل ایلیاء پر یہ فرض ہے کہ اور شہروں والوں کی طرح جزیہ دیں یونانیوں اور مفسدوں کو نکال دیں۔ پس یونانیوں میں سے جو شہر سے نکلے گا اس کے جان و مال کو امن ہے جب تک محفوظ مقام تک پہنچ جائیں اور جو شخص ان میں ایلیاء میں رہنا چاہے تو اسکو بھی امن ہے اور اس کو اہل ایلیاء کی طرح جزیہ دینا ہوگا۔ اور اہل ایلیاء سے جو شخص اپنی جان اور مال لے کر ان کے ساتھ جانا چاہے تو ان کو اور ان کے گرجاؤں اور صلیبوں کو امن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے محفوظ مقام پر پہنچ جائیں اور جو کچھ اس عہد نامہ میں ہے اس پر اللہ تعالیٰ، خلیفہ وقت کا رسول اور ان کے جانشین مسلمانوں کا ذمہ ہے، بشرطیکہ اہل ایلیاء جزیرہ مقررہ دیتے جائیں۔ اس وثیقہ پر حضرت خالد بن ولید، عمرو بن العاص، عبدالرحمن بن عوف اور معاویہ بن ابی سفیان نے اپنے دستخط بطور گواہ کے کئے۔

اس معاہدے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مسلمانوں نے اپنا مذہب تلوار کے زور سے نہیں پھیلایا۔ عہد خلافت راشدہ کی فتوحات اسلامی

ترقی کا ایک اہم باب شمار ہوتی ہیں حضرت ابو بکر صدیق نے خالد بن ولید کو فارس، ابو عبیدہ بن جراح کو شام اور عمرو بن عاص کو مصر کی طرف امیر لشکر بنا کر بھیجا اور بصریٰ اور دمشق وغیرہ فتح ہوئے۔ عہد فاروقی میں پورا ملک شام، مصر و فارس کے علاقے اور خلافت عثمانیہ میں بلاد مغرب، اندلس اور قبرص تک اور مشرق وسطیٰ میں بلاد چین تک قیروان، عراق، خراسان اور اہواز وغیرہ فتح ہوئے۔ ان فتوحات کے ذریعے اسلام کے قدم عرب سے نکل کر عراق، شام، برصغیر پاک و ہند، ایشیائے کوچک کے ممالک افریقہ و یورپ تک پہنچے۔

جمع و تدوین قرآن کریم عہد خلافت راشدہ کا امت پر احسان عظیم

حضور ﷺ کے عہد مبارکہ میں اگرچہ قرآن مجید مکمل تحریری شکل میں آچکا تھا لیکن ابھی تک باقاعدہ ایک نسخے میں مرتب نہیں ہوا تھا۔ عہد صدیقی کا ایک اہم کارنامہ کتابی شکل میں قرآن مجید کی تدوین ہے۔ حضرت عمر کے پیہم اصرار سے ابو بکرؓ کے ذہن میں بھی جمع و تدوین قرآن مجید کی مصلحت آگئی اور آپؓ کے حکم سے قرآن کریم کے مختلف اجزاء اور حفاظ قرآن کے سینوں سے قرآن کی سورتوں کو جمع کر کے کتابی صورت میں مدون کیا گیا۔ اگرچہ قرآن مجید کتابی شکل میں مرتب ہو گیا تھا اور یہ مصحف قرآن مجید حضرت ابو بکرؓ کے پاس تھا ان کی وفات کے بعد یہ سرکاری نسخہ خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کے پاس رہا اور ان کے بعد حضرت حفصہؓ کے پاس یہ مصحف موجود تھا اور اس نسخہ کی باقاعدہ اشاعت نہیں ہوئی تھی۔ عہد فاروقی میں کثرت سے غیر عرب باشندوں کے قبول اسلام کی وجہ سے وہ مختلف سات قراتوں میں تلاوت قرآن مجید کیا کرتے تھے اس سبب سے قرات قرآن میں اختلاف ہونے لگا۔

اس اختلاف قرات کی طرف توجہ حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے خلیفہ سوم حضرت عثمان کی طرف دلوائی اور حضرت عثمانؓ نے مصحف ابی بکر منگوا کر اس کی نقلیں کروا کر تمام اسلامی ممالک میں بھجوائیں اور ساتھ میں قاری قرآن بھی بھجوائے اور اس کے علاوہ قرآن مجید کے جو بقیہ نسخے تھے انہیں تلف کروا کر اختلاف کا راستہ بند کر دیا اور اس عظیم کارنامے کی وجہ سے حضرت عثمان غنیؓ کو جامع القرآن کہا جاتا ہے۔ اس ضمن میں علامہ عبدالرحمن ابن خلدون رقم طراز ہیں کہ :

ذی النورین کے علوم کو زندہ کرنے کی اس سے بڑھ کر اور کیا شہادت ہو سکتی ہے کہ انہوں نے قرآن شریف کو جمع کر کے تمام ممالک اسلامیہ میں شامل ہو گئے۔ اگر ذی النورین قرآن کے جمع کرنے کا ایسا اہتمام نہ کرتے تو دوسری امتوں کی طرح مسلمانوں میں بھی کتاب اللہ میں اختلاف پیدا ہو جاتا۔ قیامت تک زائل نہ ہو سکتا۔ اسلام اور مسلمانوں پر ذی النورین کا بڑا احسان ہے جس کا اعتراف نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہے ۲۳۔

وہ خصوصیات جو خلافت راشدہ کے دور سے مخصوص ہیں اور جن کی وجہ سے اس دور کو انفرادیت حاصل ہے۔ تاریخ عالم کا کوئی دوسرا دور اس قسم کی مثالوں سے خالی ہے، خلافت راشدہ کی کل مدت جو تیس سالوں پر محیط ہے۔ یہ مدت کسی قوم کی تاریخ میں بہت مختصر ہوتی ہے لیکن ٹھوس کارناموں کو سامنے رکھا جائے تو خلافت راشدہ کے یہ تیس سال دوسری قوموں کے سینکڑوں سالوں کی تاریخ پر بھاری ہیں۔ اس مختصر مدت میں ایک معمولی مملکت جو جزیرہ نما عرب تک محدود تھی دنیا کی سب سے بڑی طاقت ور ریاست بن گئی۔ مختلف آیات قرآنیہ سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ سابقہ امتوں میں سے بھی جس نے اپنے اندر مذکورہ بالا صفات پیدا کر لیں وہ حکومت الٰہیہ قائم کرنے میں کامیاب ہو گئی اور

امت مسلمہ تو خیر الامم ہے اور پھر ہمارے ساتھ اللہ رب العزت کا سورہ آل عمران میں یہ وعدہ بھی ہے و انتم الاعلون ان کنتم مؤ منین۔ "اگر تم مومن ہو تو کامیاب تم ہی رہو گے"۔ جب بھی امت مسلمہ یا اس کا کوئی گروہ اپنے اندر خلفائے راشدین جیسی صفات پیدا کرلے گا تو اللہ تعالیٰ اسے یقیناً خلافت ارضی عطا فرمائیں گے جہاں وہ حکومت الٰہیہ قائم کر سکے۔

حوالہ جات

۱۔النور:۲۴:۵۵

۲۔ابن العربی، ابو بکر محمد بن عبداللہ، "احکام القرآن" ج:۳، ص ۱۳۹۲ "بیروت، دار المعرفہ، ۱۹۷۶

۳۔ بخاری، محمد بن اسماعیل "صحیح بخاری"، کتاب المناقب، ج:۲، حدیث نمبر ۸۰۱۔ دھلی، اصح المطابع، ۱۹۳۸

۴۔ محمود الحسن "تیسیر القرآن"، ص ۵۱۷ کراچی، زمزم پبلشرز، ۲۰۰۳۔

۵۔ محمد شفیع، مفتی: معارف القرآن، ج:۶، ص: ۴۴۰ "کراچی، ادارۃ المعارف ۱۹۷۹۔

۶۔ سورۃ الحج، ۲۲:۴۱۔

۷۔ محمد شفیع، مفتی "معارف القرآن" ج:۶، ص ۱۷۲ "کراچی، ادارۃ المعارف ۱۹۷۹۔۔

۸۔ بخاری، محمد بن اسماعیل "صحیح بخاری" کتاب المناقب، ج:۲ حدیث نمبر ۸۵۶۔

۹۔ محولہ بالا حدیث نمبر:۸۷۸۔

۱۰۔ محولہ بالا حدیث نمبر ۸۹۵۔

۱۱۔ محولہ بالا حدیث نمبر ۹۰۲۔

۱۲۔اکبر شاہ نجیب آبادی "تاریخ اسلام"، ج:۱، ص: ۲۷۳ "لاہور، الفیصل پرنٹرز، سن ندارد۔

۱۳۔ محمد عبدالعلی اچکزئی، ڈاکٹر "تاریخ اسلام و اسلامی تحریکیں، ص ۹۷ کوئٹہ، مکتبہ ولیہ ۲۰۱۲۔

۱۴۔شاہ معین االدین احمد ندوی، "تاریخ اسلام" ص ۱۹۷۔

۱۵۔البیہقی، ابی بکر احمد بن الحسین بن علی "سنن الدارمی"، ج:۱، ص ۵۵

۱۶۔شاہ معین الدین احمد ندوی، "تاریخ اسلام" ص ۹۴۵ لاہور، مکتبہ رحمانیہ، سن ندارد۔۔

۱۷ حوالہ بالا۔ ص ۵۴۱

۱۸۔اکبر شاہ نجیب آبادی "تاریخ اسلام"، ج:۱، ص ۵۹۴

۱۹ حوالہ بالا ۔ص:۵۵۷۔

۲۰۔حوالہ بالا، ص:۶۴۵۔

۲۱۔البقرۃ، ۱:۶۵۲۔

۲۲۔عبدالرحمن ابن خلدون، علامہ "تاریخ ابن خلدون"، ج:۳، ص ۴۳۳ "(اردو ترجمہ) کراچی، دار الاشاعت ۲۰۰۳۔

۲۳۔ حوالہ بالا، ص ۳۳۴۔

References

1. Al-Nour: 55:24
2. Ibn al-Arabi, Abu Bakr Muhammad bin Abdullah, "Ahkam al-Qur'an," vol. 3, p. 1392, Beirut, Dar al-Ma'ar, 1976.
3. Bukhari, Muhammad bin Ismail, "Sahih Bukhari," Kitab al-Manaqib, vol. 2, Hadith No. 801. Delhi, Ishah Printing Press, 1938
4. Mahmoud Al-Hassan, "Facilitating the Qur'an," p. 517, Karachi, Zamzam Publishers, 2003.
5. Muhammad Shafi', Mufti: Knowledge of the Qur'an, vol. 6, p. 440, Karachi, Department of Knowledge, 1979.
6. Surah Al-Hajj, 22: 41.
7. Muhammad Shafi', Mufti "Ma'arif al-Qur'an," vol. 6, p. 172, Karachi, Department of Knowledge, 1979.
8. Bukhari, Muhammad bin Ismail, "Sahih Bukhari," Book of Virtues, Part 2, Hadith No. 856.
9. Converted to Hadith Number: 878.
10. Converted to Hadith No. 895.
11. Converted to Hadith No. 902.
12. Akbarshah Najibabadi, "Tarikh Islam," vol. 1, p. 273, "Lahore, Al-Faisal in Arabic, Sunnard."
13. Muhammad Abd al-Ali, may God bless him and grant him peace, in more detail, "History of Islam and Islamic Transactions," p. 97, Queen's Office, 2012.
14. Shah Moin Al-Din Ahmed Nadwi, "History of Islam," p. 791.
15. Al-Bayqi, Abu Bakr Ahmad bin Al-Hussein bin Ali, "Sunan Al-Darimi," vol. 1, p. 55.
16. Shah Moin al-Din Ahmad Nadwi, "History of Islam," p. 945, Lahore, Rahmaniyah Library, Sunnard.
17. Ibid, p. 541
18. Akbarshah Najibabadi, "History of Islam," vol. 1, p. 594.
19. Ibid, p. 755.
20. Ibid, p. 645.
21. Al-Baqarah, 1: 652.
22. Abd al-Rahman Ibn Khaldun, "History of Ibn Khaldun," vol. 3, p. 433 (Urdu translation), Karachi, Dar al-Asha'at 2003.
23. Ibid, p. 334.